

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة النساء

(۱۱)

(گزشتہ سے پیوستہ)

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ، بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَبِمَا
أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ، فَالْصَّالِحَاتُ قَنَاتٌ، حَفِظَتْ لِّلْغَيْبِ، بِمَا حَفِظَ اللَّهُ

(میاں اور بیوی کے تعلق میں بھی اسی اصول کے مطابق) مرد عورتوں کے سربراہ بنائے گئے ہیں۔
اس لیے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشی ہے اور اس لیے کہ انھوں نے اپنے مال خرچ کیے
ہیں۔ پھر جو نیک عورتیں ہیں، وہ (اپنے شوہروں کی) فرماں بردار ہوتی ہیں، رازوں کی حفاظت کرتی

[۸۲] یہ خاندان کی تنظیم کے لیے اللہ نے اپنا قانون بیان فرمایا ہے۔ خاندان کا ادارہ بھی، اگر غور کیجیے تو ایک
چھوٹی سی ریاست ہے۔ جس طرح ہر ریاست اپنے قیام و بقا کے لیے ایک سربراہ کا تقاضا کرتی ہے، اسی طرح یہ
ریاست بھی ایک سربراہ کا تقاضا کرتی ہے۔ سربراہی کا مقام اس ریاست میں مرد کو بھی دیا جاسکتا ہے اور عورت کو
بھی۔ قرآن نے بتایا ہے کہ یہ مرد کو دیا گیا ہے۔ آیت میں اس کے لیے قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ کی تعبیر اختیار کی
گئی ہے۔ عربی زبان میں قَامَ کے بعد عَلٰی آتا ہے تو اس میں حفاظت، نگرانی، تولیت اور کفالت کا مضمون پیدا ہو
جاتا ہے۔ سربراہی کی حقیقت یہی ہے اور اس میں یہ سب چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ اپنے اس فیصلے کے حق میں
قرآن نے دو دلیلیں دی ہیں۔ استاذ امام ان کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ، فَعِظُوهُنَّ، وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوهُنَّ،

ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے بھی رازوں کی حفاظت کی ہے۔ اور (اسی اصول پر تم کو حق دیا گیا ہے کہ) جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو، انہیں نصیحت کرو اور ان کے بستروں پر انہیں تنہا چھوڑ دو اور

”ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی ہے۔ مرد کو بعض صفات میں عورت پر نمایاں تفوق حاصل ہے جن کی بنا پر وہی سزاوار ہے کہ قوامیت کی ذمہ داری اسی پر ڈالی جائے۔ مثلاً محافظت و مدافعت کی جو قوت و صلاحیت یا کمانے اور ہاتھ پاؤں مارنے کی جو استعداد و ہمت اس کے اندر ہے، وہ عورت کے اندر نہیں ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ یہاں زیر بحث کلی فضیلت نہیں ہے، بلکہ صرف وہ فضیلت ہے جو مرد کی قوامیت کے استحقاق کو ثابت کرتی ہے۔ بعض دوسرے پہلو عورت کی فضیلت کے بھی ہیں، لیکن ان کو قوامیت سے تعلق نہیں ہے۔ مثلاً عورت گھر در سنبھالنے اور بچوں کی پرورش و نگہداشت کی جو صلاحیت رکھتی ہے، وہ مرد نہیں رکھتا۔ اسی وجہ سے قرآن نے یہاں بات ابہام کے انداز میں فرمائی ہے جس سے مرد اور عورت دونوں کا کسی نہ کسی پہلو سے صاحب فضیلت ہونا نکلتا ہے۔ لیکن قوامیت کے پہلو سے مرد ہی کی فضیلت کا پہلو رائج ہے۔

دوسری یہ کہ مرد نے عورت پر اپنا مال خرچ کیا ہے۔ یعنی بیوی بچوں کی معاشی اور کفالتی ذمہ داری تمام اپنے سر اٹھائی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ذمہ داری مرد نے اتفاقاً یا تبرعاً نہیں اٹھائی ہے، بلکہ اس وجہ سے اٹھائی ہے کہ یہ ذمہ داری اسی کے اٹھانے کی ہے۔ وہی اس کی صلاحیتیں رکھتا ہے اور وہی اس کا حق ادا کر سکتا ہے۔“ (تدبر قرآن ۲/۲۹۱)

[۸۳] میاں اور بیوی کے تعلق میں شوہر کو قوام قرار دینے کے بعد خاندان کے نظم کو صلاح و فلاح کے ساتھ قائم رکھنے کے لیے یہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے دو چیزوں کا تقاضا کیا ہے:

ایک یہ کہ انہیں اپنے شوہروں کے ساتھ موافقت اور فرماں برداری کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

دوسری یہ کہ شوہر کے رازوں اور اس کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنی چاہیے۔

پہلی بات تو محتاج وضاحت نہیں، اس لیے کہ نظم خواہ ریاست کا ہو یا کسی ادارے کا، اطاعت اور موافقت کے بغیر

ایک دن کے لیے بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ نظم کی فطرت ہے۔ اسے نہ مانا جائے تو وہ نظم نہیں، بلکہ اختلال و انتشار ہوگا جس کے ساتھ کوئی ادارہ بھی وجود میں نہیں آتا۔

رہی دوسری بات تو اس کے لیے قرآن نے ’حفظت للغیب‘ کی تعبیر اختیار کی ہے۔ عام طور پر اس کے معنی

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا، إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا ﴿٣٣﴾

(اس پر بھی نہ مانیں تو) اُنھیں سزا دو۔ پھر اگر وہ اطاعت کا رویہ اختیار کریں تو اُن پر الزام کی راہ نہ ڈھونڈو۔ بے شک، اللہ بہت بلند ہے، وہ بہت بڑا ہے۔ ۳۳-۸۵

پیٹھ پیچھے کی حفاظت کے لیے جاتے ہیں۔ ہم نے اسے رازوں کی حفاظت کرنے والی کے معنی میں لیا ہے۔ اس کا یہی مفہوم ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے:

”... یہ معنی لینے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ’غیب‘ کا لفظ راز کے مفہوم کے لیے مشہور ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں ترکیب کلام ایسی ہے کہ ”پیٹھ پیچھے“ کے معنی لینے کی گنجائش نہیں، تیسری یہ کہ عورت اور مرد کے درمیان رازوں کی امانت داری کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والا مسئلہ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے قدرتی امین ہیں۔ بالخصوص عورت کا مرتبہ تو یہ ہے کہ وہ مرد کے محاسن و معائب، اس کے گھر در، اس کے اموال و املاک اور اس کی عزت و ناموس ہر چیز کی ایسی راز دان ہے کہ اگر وہ اس کا پردہ چاک کرنے پہ آجائے تو مرد بالکل ہی ننگا ہو کر رہ جائے۔ اس وجہ سے قرآن نے اس صفت کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ اس کے ساتھ ’بما حفظ اللہ‘ کا جو اضافہ ہے، اس سے اس صفت کی عالی نسب کا اظہار مقصود ہے کہ ان کی اصل صفت پر خدا کی صفت کا ایک پر تو ہے، اس لیے کہ خدا نے بھی اپنے بندوں اور بندویوں کے رازوں کی حفاظت فرمائی ہے، ورنہ وہ لوگوں کا پردہ چاک کرنے پر آ جاتا تو کون ہے جو کہیں منہ دکھانے کے قابل رہ جاتا۔“ (تذکر قرآن ۲/۲۹۲)

قرآن نے فرمایا ہے کہ صالح بیویوں کا رویہ ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات آپ سے آپ نکلی کہ جو عورتیں سرکشی اور تمرد اختیار کریں یا گھر کے راز دوسروں پر افشا کرتی پھریں، وہ خدا کی نگاہ میں ہرگز صالحات نہیں ہیں۔

[۸۴] اصل میں ’نشوز‘ کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی سراٹھانے کے ہیں، مگر اس کا زیادہ استعمال اس سرکشی اور شوریدہ سری کے لیے ہوتا ہے جو کسی عورت سے اس کے شوہر کے مقابل میں ظاہر ہو۔ یہ لفظ عورت کی ہر کوتاہی، غفلت یا بے پروائی یا اپنے ذوق اور رائے اور اپنی شخصیت کے اظہار کی فطری خواہش کے لیے نہیں بولا جاتا، بلکہ اس رویے کے لیے بولا جاتا ہے، جب وہ شوہر کی قوامیت کو چیلنج کر کے گھر کے نظام کو بالکل تلپٹ کر دینے پر آمادہ نظر آتی ہے۔

[۸۵] یہ اس سوال کا جواب ہے کہ کوئی عورت اگر موافقت کا رویہ اختیار کرنے کے بجائے سرکشی پر اتر آئے اور

شوہر کے گھر میں رہتے ہوئے اس کو شوہر ماننے سے انکار کر دے تو اس کی اصلاح کے لیے شوہر کیا اس کی تادیب کر سکتا ہے؟ فرمایا ہے کہ معاملہ یہاں تک پہنچ رہا ہو تو مرد تین صورتیں اختیار کر سکتا ہے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا، فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ، وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا،
إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا، يُوفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا، إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴿٣٥﴾

اور اگر (اس کے بعد بھی صورت حال بہتر نہ ہو اور) تم میاں اور بیوی کے درمیان افتراق کا اندیشہ محسوس کرو تو ایک حکم مرد کے لوگوں میں سے اور ایک عورت کے لوگوں میں سے مقرر کر دو۔
(اس سے توقع ہے کہ) اگر (میاں اور بیوی)، دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ اُن کے درمیان

پہلی یہ کہ عورت کو نصیحت کی جائے۔ آیت میں اس کے لیے وعظ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کسی حد تک زبردستی بھی ہو سکتی ہے۔

دوسری یہ کہ اس سے بے تکلفانہ قسم کا خلا ملا ترک کر دیا جائے تاکہ اسے اندازہ ہو کہ اس نے اپنا رویہ نہ بدلاتو اس کے نتائج غیر معمولی ہو سکتے ہیں۔

تیسری یہ کہ عورت کو جسمانی سزا دی جائے۔ یہ سزا ظاہر ہے کہ اتنی ہی ہو سکتی ہے جتنی کوئی معلم اپنے زیر تربیت شاگردوں کو یا کوئی باپ اپنی اولاد کو دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حد غیر مبہرہ* کے الفاظ سے متعین فرمائی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسی سزا نہ دی جائے جو کوئی پائندہ اثر چھوڑے۔

آیت کے انداز بیان سے واضح ہے کہ ان تینوں میں ترتیب و تدریج ملحوظ ہے۔ یعنی پہلی کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری صورت اسی وقت اختیار کرنی چاہیے، جب آدمی مطمئن ہو جائے کہ بات نہیں بنی اور اگر قدم اٹھانے کے سوا چارہ نہیں رہا۔ مرد کے تادیبی اختیارات کی یہ آخری حد ہے۔ قرآن نے فرمایا ہے کہ اگر اس سے اصلاح ہو جائے تو عورت کے خلاف انتقام کی راہیں نہیں ڈھونڈنی چاہئیں۔ چنانچہ ان اللہ کان علیاً کبیراً کے الفاظ میں تنبیہ کی گئی ہے کہ سب سے بلند اور سب سے بڑا خدا ہے۔ وہ جب آسمان و زمین کا مالک ہو کر بندوں کی سرکشی سے درگزر فرماتا ہے اور توبہ و اصلاح کے بعد نافرمانیوں کو معاف کر دیتا ہے تو اس کے بندوں کو بھی دوسروں پر اختیار پا کر اپنے حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

[۸۶] یعنی مرد وہ سارے جتن، جو اوپر بیان ہوئے ہیں، کرنے کے بعد بھی عورت کے نشوز پر قابو نہیں پاسکا تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اب اس رشتے کو قائم رکھنا آسان نہیں رہا۔ لیکن اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ یہ نہیں

* ابوداؤد، رقم ۱۹۰۵۔

چاہتا کہ وہ بیوی کو طلاق دے کر جان چھڑالے۔ چنانچہ اصلاح احوال کے لیے یہ ایک دوسری تدبیر اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور میاں بیوی کے قبیلہ، برادری اور ان کے رشتہ داروں اور خیر خواہوں سے کہا ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر معاملات کو سدھارنے کی کوشش کریں۔

[۸۷] یہ نہایت بلیغ اسلوب میں میاں بیوی کو ترغیب دی ہے کہ انھیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ وہ اگر افتراق کے بجائے سازگاری چاہیں گے تو ان کا پروردگار بڑا کریم ہے۔ اس کی توفیق ان کے شامل حال ہو جائے گی۔
[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net